Al-Hikmat

Volume 33 (2013) p.p. 27-36

قدیم دور میں ایران و یونان کا باہمی تعامل و تاثر

ڈاکٹر علی رضا طاہر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فلسفہ جامعہ پنجاب، لاہور۔ پاکستان

خلاصہ

فکر نہ تو موضوعی طور پر اپنی ذات میں جمود کا شکار ہوتی ہے اور نہ معروضی طور پر کسی مذہبی یا جغرافیائی حد کی پابندی قبول کرتی ہے وہ ایک فرد سے دیگر فرد کی طرف، افراد سے قوم کی طرف اور قوم سے دیگر اقوام کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے پھیلتی چلی جاتی ہے تحرک و ارتقاء فکر کی فطرت ہے اور نفوذ و سرائیت مقدرات فکر ہیں فکر کی اسی فطرت سے خاندان سے معاشرہ اور معاشرے سے عالمگیر معاشرے کی تشکیل کا عمل ممکن ہے اور فکر کے اسی وصف کے طفیل مختلف افراد و اقوام اور تہذیب و تمدن کے مثبت افکار، ممکنہ بہتر صورتوں میں آنے والی نسلوں کو منتقل ہوتے ہیں۔ ایران کی قریبی ترین تہذیب اور فکری مرکز، جس کا ایرانی فکر کے ساتھ تعامل و تاثر تاریخ فکر انسانی کا ایک اہم باب ہے "یونان" ہے۔ یونانی تہذیب و تمدن کی تباہی کے بعد یونانی حکمت کی روم سے ہوتے ہوئے ظہور اسلام سے قبل سرزمین ایران پر منتقلی اور ایرانی فکر پر اثرات ایک واضح اور مسلمہ حقیقت ہے لیکن ان ابتدائی ادوار میں ایران کے یونان پر اثرات کی داستان پردہ اخفا میں تحقیق کے دست نقاب کشا کی منتظر ہے زیرِ نظر سطور میں ہم حتی المقدور ایران کے یونان پر اثرات کو بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

کلیدی الفاظ: فلسفہ ایران، فکر یونان، باہمی تعامل و تاثر، زرتشیت، ظہورِ اسلام، افلاطون ایرانی مغ

ایک ملک کے دوسرے ملک میں نظری وفکری، تہذیبی وتمدنی اور اعتقادی اثرات تین طریقوں سے منتقل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ افراد کے ایک سے دوسرے ملک میں تجارت یا سیر و سیاحت سے

۲۔ جنگوں کے ذریعے

۳۔ کسی ملک کے مفکرین کی دوسرے ملک میں اختیاری (ارادۃً) یا اجباری (جلاوطنی کی صورت میں) سفر سے

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے ایران و یونان کے باشندوں کا ایک سے دوسرے ملک میں سفر کرنا، سیر و سیاحت کرنا، تجارت، کاروبار یا دوسری ضروریات واسباب کے پیش نظر مسافرت بعید از قیاس نہیں اس ضمن میں بے شمار شواہد موجود ہیں مگر اس صورت میں جو اثرات منتقل ہوتے ہیں ان کی نوعیت بالعموم سطحی ہوتی ہے اور ان میں فکری گہرائی کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے ایران و یونان کی باہمی چپقلشوں کا آغاز ہخامنشی دور حکومت میں تقریباً ۵۴۵ ق م میں ہوا جب ایرانیوں نے ایشیائے کوچک کی یونانی آبادیوں پر قبضہ کرلیا ان سرحدی لڑائیوں میں اکثر ایرانی حکمرانوں کو ہی فتح ہوتی تھی اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ سکندر نے ۳۳۴ ق م میں ایران پر غلبہ حاصل نہ کرلیا سکندر سے پہلے جب ایرانی حکمرانوں نے یونان کے بعض علاقوں اور شہروں کو زیرِ تسلط قرار دیا تو اس سے بہت سے یونانی علوم، فن تعمیر، حتیٰ کہ یونانی معبدوں کے نظام تعمیر تک ایرانی علوم وفنون کے زیرِ اثر آ گئے اور سکندر کی فتح ایران کے بعد ایران و یونان کے اس باہمی تعامل وتاثر میں مزید وسعت پیدا ہوئی۔[۱]

ہمارے مذکورہ بالا موقف کو بعض دیگر مستند حوالوں سے تقویت ملتی ہے جن میں ایتھنز پر پانچویں صدی قبل مسیح میں ایرانیوں کے Architecture اور سیاست کے میدانوں میں گہرے اثرات کی نشاندہی ہوتی ہے۔[۲]

اسی طرح Iran Chamber Society نے Persian Influence on Greek کے عنوان کے تحت اپنی گفتگو کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

"The ancient Persian And Greek cultures did not exist in isolation. There was cross fertilization" 3

اپنے اس مضمون میں مذکورہ بالا سوسائٹی نے Architecture اور Politics کے حوالے سے قدیم ایران کے قدیم یونان پر اثرات کو بیان کیا ہے۔

Zoroasterian Heritage کی سائیٹ پر

"Similarities in Greek and Persian-Iranian Cuisine" کے عنوان کے تحت یونان کی روزمرہ زندگی، معاشرت، اور کھانوں پر قدیم ایران کے اثرات اور مشابہتوں کو واضح کیا گیا ہے۔[۴]

اب ہم تیسری صورت کی طرف رجوع کرتے ہیں جو اپنی جامعیت، ہمہ گیریت اور وسعت کی وجہ سے عمیق اور دیرپا اثرات کی حامل ہے یعنی مفکرین اور دانشوروں کا ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سفر۔[۵]

صاحب ''ابدیت ایران'' نے کہا ہے کہ فیثا غورث نے کافی عرصہ تک ایشیائے کوچک کے شہر بابل میں تحصیل علم کی زرتشت کے پیروؤں سے اس کے خاص تعلقات تھے اسی طرح افلاطون نے کچھ عرصہ مصر اور فنیقیہ میں گزارا اور کچھ لوگ اسے زرتشت کا پیرو بھی کہا کرتے تھے اودکس نے کئی مرتبہ مشرق وسطیٰ کا سفر کیا اور طب، ریاضی اور ستارہ شناسی کے متعلق یہاں سے معلومات حاصل کیں خشایارشاہ نے کچھ مغ اور کلدانی معلم پروتا گورس کے بیٹے کی تربیت کے لیے سرکاری خرچ پر متعین کیے اور مشہور قانون دان یونان سولن نے کئی سال تک مشرق وسطیٰ میں تعلیم حاصل کی۔ علامہ اقبال نے اپنے مقالے

The Development of Metaphysics in Persia میں سولن اور بابائے فلسفہ یونان طالیس کو زرتشت کا ہمعصر کہا ہے۔[۶] صاحب ''ابدیت ایران'' نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ سقراط زرتشت کی تعلیمات سے شناسا تھا اور اس کے زرتشت کے پیروؤں سے مراسم تھے جہاں تک سولن کا تعلق ہے اس نے اپنی تحصیلات علم کے بعد کہا کہ ''فکر کی روشنی مشرق وسطیٰ سے پیدا ہوتی ہے'' اسی طرح یونان کے ایک اور مفکر پیزیستراتوس نے اپنے نوجوانوں سے کہا'' کہ وہ کشتی میں بیٹھیں اور سرزمین مشرق تحصیل علم کے لیے روانہ ہو جائیں سقراط اور اس کے شاگردوں افلاطون اور ارسطو کے ایرانی فکر سے تعلق و اثر کی بنا پر بعض فلاسفہ یونان انہیں مبلغ ایران یا ''ایران ذدہ'' کہا کرتے تھے۔[۷]

ایران کے ایک فکری و تحقیقی مجلّے ''معارف'' میں ایک مغربی مفکر Maria Dzielska ایک مضمون ''گوشہ ای داستان سفرھای فیلسوفان یونانی بہ ایران'' (جس کا ترجمہ اسماعیل سعادت نے کیا ہے) شائع ہوا ہے''ماریا ڈزیلسکا'' کے مطابق بہت سے مسودات و مضامین یونانی و لاطینی سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ یونانی مفکرین نے ایران و ہند کا سفر کیا نیز ان کے ایرانی مغوں اور ہندی برہمنوں سے خاص تعلقات تھے اس ضمن میں واضح راہنمائی فیلوستراتو اس لمنوسی کی اس کتاب سے ملتی ہے جو اس نے آپولونیو توانائی "Vita

"Apollonic Tyanei" کی زندگی کے متعلق لکھی ہے آپولونیوتو انائی جس کا زمانہ قرن اول میلادی ہے جو کہ ایک فلسفی، شعبدہ باز اور نیوفیثا غوری تھا، نے یونان سے ایران اور ایران سے ہند کا سفر کیا اس کے سفر کا مقصد یہ تھا کہ اس نے ان دو ممالک کے متعلق جو معلومات حاصل کی تھیں اور ان ممالک کے فلسفہ وحکمت نے جو اسے متاثر کیا تھا وہ ایرانی مغوں اور ہندی براہمہ سے مل کران کے متعلق اپنی تسلی واطمینان چاہتا تھا۔

فاضل مقالہ نگار نے اس ضمن میں پیدا ہونے والے اشکالات، شبہات اور ان عوامل کو جو اس کے سفر کے اثبات کو کمزور کرتے ہیں کے بارے میں بحث کرنے کے بعد ایک عربی نوشتہ کا حوالہ دیا ہے (جس میں ''آپولونیو'' کے ایران میں زندگی گزارنے کے متعلق اظہار نظر کیا گیا ہے) جس سے آپولونیو کی ایران میں آمد کے بارے میں تصدیق ہوتی ہے اور اس عربی نوشتہ میں یونانی وسریانی زبان کی تحریروں سے مدد لی گئی ہے۔ محترم مقالہ نگار نے اپنے اس مقالے کی اسناد انگریزی جرمن، فرانسیسی، عربی اور فارسی کتابوں سے حاصل کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپولونیو ایک فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ساحر، ماہر طلسمات اور شعبدہ باز تھا اس نے اپنے سفر کا آغاز انطاکیہ سے کیا اور پھر وہ انطاکیہ سے ھیراپولیس (Hierapolis) (نینوا) پہنچا وہاں سے اس نے اپنے سفر کو جادۂ ابریشم پر شروع کیا اور تیسفون کے راستے بابل پہنچا اس کے علاوہ وہ اصفہان اور قم بھی گیا اور وہاں سے سلسلہ ہندوکش عبور کرنے کے بعد وہ کابل اور ٹیکسلا پہنچا۔ اس سفر کے ضمن میں تفصیلات مہیا کرتے ہوئے فاضل مقالہ نگار نے کہا کہ مختلف شہروں کے افراد اسے خود دعوت دیتے کہ وہ اپنے جادو وسحر سے ان شہروں سے جادو کے اثرات، ہوا کے طوفان اور موذی کیڑے مکوڑوں کو دور کرے اور خشک سالی کے دور کرنے میں ان کی مدد کرے اور اسی طرح زیر زمین جو خزانے (سونا، چاندی، دھاتیں) موجود تھے ان کی آ گاہی اور حفاظت میں وہاں کے افراد کی مدد کرے الختصر یہ کہ مقالہ نگار نے اس ضمن میں تمام نقائص اور سقم جو تاریخی منابع کی کمی یا تاریخوں کے مستند نہ ہونے کی صورت میں ہیں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی بات کو یہاں پر تمام کیا ہے کہ بہت سے ثبوت وشواہد کے نہ ہونے کے باوجود دو مختلف منابع ''آپولونیو تو انائی'' کے حالات زندگی کی کتاب اور عربی نوشتہ کی اکثر عبارات وبیانات کا آپس میں ایک دوسرے کے قریب تر ہونا، اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور قوی احتمال ظاہر کرتا ہے کہ ''آپولونیو'' نے ایران کا سفر کیا ہوگا۔[۸]

اسی طرح ''تمدن ایرانی'' میں Henri Charles Puesh کا مقالہ تحریر کیا گیا ہے جس میں اس نے ایران وفلسفہ یونان کے باہمی تعامل واثر کو بیان کرتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے کہ

---- ''بعض لوگ ایران کے فکر یونان پر اثرات کے بالکل منکر ہیں لیکن بعض اس ضمن میں

مبالغہ سے کام لیتے ہیں جہاں تک ایران و یونان کے آپس میں تعلقات کی بات ہے جنگوں اور تجارتی معاملات اور ہمسائیگی تعلقات کی وجہ سے یونان نے جلد ہی فکر ایران سے شناسائی حاصل کر لی تھی ایشیائے کوچک کے یونانیوں میں مغ اور مجوسی پائے جاتے تھے، اسی طرح وہ یونانی جو ساحل کے قریب قریب تھے ان میں مجوسی اعتقادات اور کلدانی اعتقادات جو کہ بابل کی فتح کے بعد ایران میں نفوذ کر گئے تھے پائے جاتے تھے۔[9]

اس تسلسل میں فاضل مقالہ نگار رقمطراز ہے کہ بہت سے مغ "Artemis" کے معبد کے اردگرد رہا کرتے تھے اسی طرح ''لیدی''، ''کاپادوکیہ'' اور ''لیکاونی'' جیسے شہروں کے آتش کدوں میں آگ روشن کی جاتی تھی اور ''مغ'' وہاں قربانیاں دیا کرتے تھے اور دیگر رسوم کیساتھ ساتھ اپنے مذہبی سرود (ترانے) گایا کرتے تھے اور (Xanthos) گزانتوس وہ پہلا لیڈین مصنف تھا جس نے سب سے پہلے اپنی تالیفات میں زرتشت، اس کے مذہب، اس کی تعلیمات اور ''مغوں'' کا ذکر کیا چھٹی صدی ق م میں بہت سے اطباء یونان جو کہ مکتب (Cnide) کنید کے تربیت یافتہ تھے ہخامنشیوں کے دربار میں آئے اور وہاں اپنی خدمات انجام دیں۔ چوتھی صدی ق م میں معروف مورخ "Teopope" جو کہ اہل Chio میں سے تھا اس نے اپنے سفر ایران کے متعلق اپنی یادداشتوں میں مذہب مزدا کے متعلق اپنی معلومات تحریر کیں اس طرح فیثا غورث نے بابل کا سفر کیا تا کہ وہ زرتشت سے درس حاصل کر سکے۔ اسی طرح (Empedoclis) ایمپی ڈوکلیز کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ''مغوں'' کا شاگرد تھا۔[10]

اس تحریر کے بعد مقالہ نگار کہتا ہے کہ ممکن ہے یہ سب باتیں افسانہ ہوں لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حقیقت ہو، مقالہ نگار مزید لکھتا ہے کہ فلسفہ فیثا غورث میں اور ایمپی ڈوکلیز کی دوگانہ پرستی میں بہت زیادہ شباہت پائی جاتی ہے۔ ڈیموکریٹس (اٹامیزم کا بانی) اور معروف صوفی پروٹا گورس نے ''آبدر'' (Abdere) میں کلدانی معلمین سے تعلیم حاصل کی اور خشایارشاہ نے دو فلسفی بچوں کی تعلیم کے لیے شاہی خرچ پر کلدانی معلمین اور مغوں کو متعین کیا۔[11] اس بیان کے بعد مقالہ نگار کہتا ہے کہ اس بیان کو بعض نے قبول کیا اور بعض نے اس کی صحت کو رد کیا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ

> ''ڈیموکریٹس نے نظریہ تصاویر اور الہام و وقائع (یعنی واقعات و حوادث کے بارے علم) ایرانیوں کے علم الہیات سے حاصل کیا۔''[12]

جہاں تک افلاطون کا تعلق ہے اُس نے مصر کی طرف مسافرت کی اس کا ارادہ کیا تھا کہ وہ ایران جائے

اور وہاں کے علم و فلسفہ سے آشنائی حاصل کرے مگر ایران و یونان کی جنگ کی وجہ سے وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا مگر اس نے فنیقیہ میں کچھ مغوں سے ملاقات ضرور کی اس ضمن میں بڑے مستند ثبوت موجود ہیں کہ افلاطون کے آخری ایام میں اس کی اکادمی میں ایرانی مشغول تحصیل تھے اس طرح ایک کلدانی افلاطون کے معالجے میں مشغول تھا افلاطون کی وفات کے وقت وہ ''مغ'' جو وہاں موجود تھے انہوں نے اس کی روح کی تسکین کے لیے قربانیاں دیں اور ایک ایرانی نے اس کا مجسمہ بنایا (Eudoxe De cnide) جو کہ ''Cinde'' کنید کا رہنے والا تھا اس نے افلاطون کی اکادمی میں ایرانی عقائد کے نفوذ کے لیے بہت خدمات انجام دیں۔ Exudoxe اڈوکس ایسا حکیم تھا کہ اسے تقریباً تمام علوم کے بارے میں اچھی خاصی معلومات حاصل تھیں مثلاً ریاضی، طب، ستارہ شناسی اور جغرافیہ وغیرہ۔ اس نے علم ستارہ شناسی کلدانیوں سے حاصل کیا اور مذہب مزدا کی ثنویت کی تعلیم حاصل کی اور اس مذہب کی تعریف کی ۔۳۶۸ ق م میں وہ افلاطون کی اکادمی میں گیا اور وہاں اس نے افلاطون اور اس کے شاگردوں کو عقاید ایرانی سے روشناس کرایا ارسطو عالم شباب میں ہی ایرانی عقائد سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے بہت بے تاب تھا اور اس کے بہت سے شاگرد مثلاً، Aristoxene de Tarente, clearque de Soles, Eudeme de Rhodes اور Hermippe اہل ایران کے عقائد اور ایرانی علوم کے بہت مداح، مشتاق اور آگاہی رکھنے والے تھے، علاوہ ازیں 'پلوتارک'' نے اپنی شرح et Osiris Isis میں جو کہ اس نے ثنویت ایران کے بارے میں لکھی ہے ''ثنویت'' کی بہت زیادہ تعریف کی ہے مندرجہ بالا بیان کے بعد فاضل مقالہ نگار کہتا ہے کہ اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ایرانی عقائد کے یونانی عقائد پر اثرات مرتب ہوئے ہیں لیکن ہم یہ تشخیص نہیں کر سکتے کہ ان میں سے کتنے اثرات واقعاً یونان پر مرتب ہوئے ہیں اور اس میں خیال آرائی کس قدر ہے کیونکہ جو علوم و عقائد ایران سے یونان میں پہنچے وہ زیادہ تر زبانی اور بالواسطہ پہنچے ایسی صورت میں جن افراد سے معلومات حاصل کی گئی ہوں خود معلومات حاصل کرنے والے افراد اور ان کے آگے منتقل کرنے میں ان کے امیال و عواطف فہم و دانش اور ذاتی خیال آرائی کی بہت زیادہ گنجائش باقی رہتی ہے۔[۱۳]

اس کے بعد فاضل مقالہ نگار نے انسان اور کائنات کے انجام کے بارے میں (زرتشتی عقائد) مزدیسی عقائد اور یونانی عقائد میں جو فرق ہے اس کو بھی بیان کیا ہے اور آخر میں افلاطون کے ضمن میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ افلاطون نے اپنی کتاب "Theetete" میں ایک مرتبہ، جمہوریہ میں دو مرتبہ اور کتاب 'قوانین' جلد دہم میں یہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ضروری ہے ''نیکی کی کوئی ضد موجود ہو'' یہ بات اس نے کائنات میں

وقوع پذیر ہونے والے مختلف و متضاد افعال کے ضمن میں کی ہے کہ کائنات میں موجود بدنظمی کی توجیہ کے لیے لازم ہے کہ دو خدا۔ خدائے خیر اور خدائے شر موجود ہوں جس سے اس کائنات کے اچھے اور برے کاموں کی توجیہ کی جا سکے۔ بہر حال یونان میں افلاطون کی وفات کے بعد تیسری صدی میلادی تک افلاطون کی مزدیسنا کی دوگانہ پرستی کا نظریہ رائج رہا۔ اور ارسطو اس حوالے سے اظہار نظر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ افلاطون کے اس نقطہ نظر کے بانی "مغ" تھے۔[۱۴]

انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا (Encyclopedia Iranica) میں ایران اور یونان کے باہمی تعلقات کی نوعیت کے حوالے سے اس نقطۂ نظر کا اظہار ملتا ہے۔

"The problem, studied seriously sence the begning of the 19th century, has often been negatively solved by the Greek Philosophy. But it seems, nevertheless repeadely to rise a new like the phoenix from its ashes, as though the temptation to compare the two traditions and discover a bond of interdependence between them periodically became irrestistible." [15]

انسائیکلو پیڈیا ایرانیکا "(Encyclopedia Iranica)" کے ایک اور مضمون بعنوان "Persian Influence on Greek Thought" میں مصنف نے قدیم یونان کے مختلف نامور مفکرین کی اُن کے بعض بنیادی نظریات کے حوالے سے قدیم یونانی حکیم زرتشت سے اثر پذیری کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔[۱۶] اس

مضمون میں بیان کیا گیا ہے کہ فیثا غورث بابل میں زرتشت کا شاگرد تھا ہیراکلائٹس کے فلسفہ کا بنیادی نقطہ "آگ" ہے جب کہ زرتشت کے ہاں بھی آگ بنیادی اہمیت کی حامل ہے اس طرح ان دونوں میں انتہائی بنیادی نوعیت کی مشابہت دکھائی دیتی ہے انیکسیمنز Anaximenes کے ہاں "ہوا" بنیادی عنصر کی اہمیت رکھتی ہے جبکہ زرتشتیت کی مقدس کتاب میں کائنات کے حوالے سے ہوا کی اہمیت کو بھی بیان کیا گیا ہے اسی مضمون میں انیکسیمنڈر Anaximander اور زرتشت کی حکمت میں مشابہت تلاش کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اجرام فلکی مختلف کُروں کی شکل میں موجود ہیں جن کی ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ سب سے پہلے زمین ہے زمین کے بعد ستاروں کا کرۃ ہے اس کے بعد بالترتیب چاند اور سورج کے کُرے ہیں جبکہ زرتشت کی مقدس کتاب "اوستا" میں کہا گیا ہے کہ مرنے والے انسان کی روح زمین سے تین مختلف مدارج سے گزر کر بہشت میں پہنچتی ہے اور وہ

تین مدارج بالترتیب کچھ یوں ہیں۔ پندار نیک (نیک خیالات)، گفتار نیک اور کردار نیک ۔ پہلوی ادب میں ان تینوں مراحل کو بالترتیب ستاروں، چاند اور سورج کے مقامات اور منازل کے ساتھ مشخص کیا گیا ہے اچھی ڈاکلیز نے "Microcosm Idea" پیش کیا جس نے طب کی دنیا میں اہم کردار ادا کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ نظریہ canadian school سے حاصل کیا اور یہ مکتب ایرانی فکر و فلسفہ کے زیرِ اثر پروان چڑھا ۔[17]

جہاں تک افلاطون کے قدیم ایرانی فکر سے متاثر ہونے کا تعلق ہے اس حوالے سے اُس کے زرتشت کے افکار سے مختلف پہلوؤں سے اثر انداز ہونے کا ذکر کرنے کے بعد وہ اسی مضمون میں مزید کہتا ہے

"In the Phaedrus, Plato, with reference to Hippoerates, views man as an image of the world, a microcosm, an idea propounded in the 'Damdat nask' , a lost part of the Avesta" [18]

تا ہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قدیم ایرانی مذاہب، فکرو دانش اور رسوم ورواج میں یونانی طرز فکر کا بہت اہم حصہ ہے جب ''۵۲۹'' میلادی میں جسٹینین، شہنشائے روم کے حکم سے ''آتن'' کے مکتب کو بند کر دیا گیا تو افلاطون کے دوست اور پیروؤں نے تیسفون سے آکر خسرو (اول) نوشیروان کے دربار میں پناہ لی اور اس طرح وہ علم وفلسفہ کہ جسے یونان سے نکال دیا گیا اس نے کشور ایران میں پناہ حاصل کی اور اسے اپنا وطن بنا لیا ۔[19]

نتیجہ بحث

اپنی مذکورہ بالا بحث کو ہم ان الفاظ پر تمام کرتے ہیں کہ اکثر و بیشتر مستشرقین Orientialists ہر بات کو بالارادہ مغربی نقطہ نظر سے اور مغربی مفاد میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں تک (Occidentalists) مستغربین کا تعلق ہے اُن کے پاس حقائق و واقعات کو مغربی عینک کے ساتھ دیکھنے کے علاوہ اور کوئی راستہ ہی نہیں ۔ایسی صورت حال میں دنیا بھر کے حقیقت پسند اور مُنصف مزاج مفکرین و محققین کا لازمی فریضہ ہے کہ وہ تحقیق و جستجو کے میدان میں غیر جانبدارانہ قدم بڑھاتے ہوئے جدید ذہن کو اس حقیقت سے آگاہ کریں کہ فکری تاریخ کی تمام تر پیش رفت نوع انسانی کا مشترکہ سرمایہ ہے اس پر کسی خاص فرد یا قوم کی اجارہ داری نہیں دنیا ایک گھر ہے اور پوری نوع انسانی ایک برادری ۔تہذیب کا سفر ہر مخلصانہ کاوش کا مرہونِ منّت ہے خواہ وہ مشرق سے ہو یا مغرب سے ۔

ایسی ہی روشِ فکر کو اپنا کر ہم رنگ و نسل قبیلہ و قوم اور برّاعظمی تعصّبات کی دیواروں کو گرا کر عالمی امن کی طرف قدم بڑھا سکتے ہیں جو کہ ہر سچے انسان کی خواہش ہے بشرطیکہ ہم سچ کو سچ سمجھ کر بصمیم قلب قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں خواہ وہ ہمیں کہیں سے بھی ملے۔

حوالہ جات

۱۔ نصر، ڈاکٹر سید تقی۔ ابدیت ایران۔ تہران: انتشاراتِ ادارہ کل نگارش وزارت فرہنگ وہنر، ۱۳۵۱۔ ص:46

2. www.heavengames.com

3. www.iranichamber.com/history

4. zoroasterianheritage.blogspot.com

۵۔ نصر، ڈاکٹر سید تقی۔ ابدیت ایران۔ تہران: انتشاراتِ ادارہ کل نگارش وزارت فرہنگ وہنر، ۱۳۵۱۔ ص:۴۳

6. Iqbal, Allama Muhammad; The Development of Metaphysics in Persia. Lahore: Bazm-I-Iqbal, 1964. P:4

7۔ نصر، ڈاکٹر سید تقی۔ ابدیت ایران۔ تہران: انتشاراتِ ادارہ کل نگارش وزارت فرہنگ وہنر، ۱۳۵۱۔ ص:۴۴

۸۔ ماریا۔ ڈزیلسکا۔ گوشہ ای داستان سفرہائی فیلسوفانِ یونانی بایران۔ تہران: (نشریہ مرکز دانشگاہی)، ۱۳۶۶۔

۹۔ بہنام ڈاکٹر عیسیٰ (مترجم)۔ تمدن ایرانی۔ تہران: بنگاہِ ترجمہ ونشرِ کتاب، ۱۳۳۷۔ ص:۱۱۶

۱۰۔ ایضاً ص:۱۱۶

۱۱۔ ایضاً ص:۱۱۶

۱۲۔ ایضاً ص:۱۱۷

۱۳۔ ایضاً ص:۱۱۸

۱۴۔ ایضاً ص:۱۱۹

15. www.iranicaonline.org

16. Ibid

17. Ibid

18. Ibid

۱۹۔ بہنام ڈاکٹر عیسیٰ (مترجم)۔ تمدن ایرانی۔ تہران: بنگاہِ ترجمہ ونشرِ کتاب، ۱۳۳۷۔ ص:۱۲۱